تفسیر کبیر میں وارد چند بے اصل روایات کا تحقیقی جائزہ

Analysis of some unauthentic narrations quoted in *al-Tafsīr al-Kabīr*

*نجم الحسن

**بی بی فاطمۃ الزہراء

Abstract

Imam Fakhruddin al-Rāzi (died 606 AH) is one of those eminent Muslim scholars of the 7th century who made tremendious contribution towards expounding and elucidating of Islamic thought and philosophy. The Muslim ummah is still reaping the fruits of hise diligence and struggle in the shape of getting enlightenment from his many works written in various fields of Islamic sciences, especially his monumental Qur'ānic commentary Mafātīḥ al-Ghayb, generally known as al-Tafsīr al-Kabīr. The present article critically investigates some narrations quoted by Imam Rāzi in this work and concludes that they do not have any firm base.

Keywords: Fakhruddīn al-Rāzi, al-tafsīr al-Kabīr, Some unauthentic Narrations in al-tafsīr al-Kabīr.

تفسیر کبیر کا شمار تفسیر بالرائے کے طریقہ پر لکھی گئی اہم ترین تفاسیر میں ہوتا ہے جو چھٹی صدی ہجری کے نام ور عالم اور متکلم امام فخر الدین رازی (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) نے تصنیف کی، آپ ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جب مسلمانوں کی سیاسی ،اجتماعی،اور علمی زندگی نہایت زوال پذیر تھی، سلطنت عباسیہ رُوبہ زوال تھی۔

شام میں صلیبی[1] جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری تھا اور مشرق میں تاتاریوں[2] نے مسلمانوں پر بے شمار مصائب ڈھا رکھے تھے۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے علاقے تقسیم ہو چکے تھے۔ سلجوقی ریاست میں سنی مسلمانوں کا دورِ حکومت تھا، جس کا سربراہ نظام الملک تھا[3]۔ اس زمانے کی اہم شخصیت امام اشعریؒ[4] کی تھی، جنہوں نے اسلامی عقیدہ کی ترویج اور اعتزال پر رد کرنے کے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی اور ان کی وجہ سے اس عظیم فتنہ کی سرکوبی ممکن ہوئی۔ سلاجقہ نے علوم طبعیہ اور ریاضی کو بہت زیادہ اہمیت دی اور اسی دور میں مشہور ریاضی دان عمر الخیام[5] پیدا ہوئے۔ خوارزم[6] میں معتزلہ[7] کی حکومت تھی۔ اسی زمانے میں کرامیۃ[8] اور مشبہ[9] ظاہر ہوئے۔ رے[10] میں شوافع، احناف، شیعہ اور بہت سے کلامی فرقے تھے جن کے درمیان اکثر بحث و مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ ان میں اشاعرہ[11]، معتزلہ، مرجئۃ[12]، باطنیہ[13] اور کرامیہ کی اکثریت تھی۔ انہی حالات میں امام رازیؒ پلے بڑھے۔ آپ بیک وقت مفسر، ادیب، متکلم، فلسفی، ماہر فلکیات و نجوم اور بلند پایہ سائنسدان تھے۔

* پی۔ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

** پی۔ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

امام رازیؒ کا نام محمد بن عمر بن الحسینؒ اور آپ کی کنیت ابو المعالی، ابو الفضل اور ابن خطیب الری تھی۔ ایران کے شہر "رے" میں ابو القاسم عمر[14] کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ درمیانہ قد اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں پہلے اپنے باپ سے علم کلام، فقہ اور اصول فقہ سیکھا، ان کی وفات کے بعد علامہ کمال سمنانیؒ[15] سے ایک زمانے تک علم فقہ حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد علم کلام اور حکمت کی تکمیل کے لیے امام غزالیؒ[16] کے شاگرد استاد مجد الجیلی[17] کے پاس آذربائیجان[18] کے شہر مراغہ[19] تشریف گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وعظ و نصیحت کا بڑا ملکہ دیا تھا۔ ہرات میں ان کی مجالس میں بڑے بڑے بادشاہ اور مختلف نظریات کے لوگ حاضر خدمت ہو کر اپنے باطل نظریات سے توبہ تائب ہوتے تھے[20]۔

آپ نے مختلف فنون سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ابن خلکان[21] نے وفیات الأعیان میں ان کی کتابوں کی تعداد ستائیس سے زیادہ بتائی ہے[22]۔ ان میں سے المطالب العالیۃ، نہایۃ العقول، کتاب تہذیب الدلائل و عیون المسائل، المطالب العالیۃ فی الحکمۃ، مباحث الجدل، الجامع الکبیر فی الطب، التشریح من الرأس الی الحلق، نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز، المحصول فی الفقہ، المعالم فی اصول الفقہ، الأربعین فی اصول الدین، مسائل فی الطب اور مفاتیح الغیب زیادہ مشہور ہیں۔ ان کی تفسیر مفاتیح الغیب تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس تفسیر میں امام رازیؒ کی عادت عمومی طور پر یہ رہی ہے کہ وہ تفسیر القرآن بالقرآن کا اہتمام کرتے ہیں اور کبھی وہ یوں کرتے ہیں کہ ایک آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اقوال کو پیش کرتے ہیں، لیکن اس میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ اس معاملے میں حدیث کی صحت اور ضعف کی پرواہ کئے بغیر اس کو نقل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر میں کئی موضوع اور بے اصل روایات پائی جاتی ہیں۔ زیر نظر مقالے میں چند بے اصل روایات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جن کا نمبر وار تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1. ''يَا عَلِيُّ أَعْيَانِي أَزْوَاجُ الْأَخَوَاتِ أَنْ يَتَحَابُّوا''[23]

یہ روایت امام رازی نے سورۃ آل عمران، آیت: 155 اور آیت: 159 کے تحت دو مرتبہ نقل کی ہے، جس میں غزوہ احد کا ذکر ہے، بعض مسلمانوں نے میدان سے فرار اختیار کی تھی، جس میں سیدنا عثمانؓ بھی شامل تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی لغزشوں، اس کے نتائج اور حکمتوں کے بیان کے بعد پھر بھی اپنی طرف سے ان کی معافی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ جس سے ایک تو ان کا بارگاہ الٰہی میں محبوب ہونا واضح ہے اور دوسرے، عام مؤمنین کو تنبیہ ہے کہ ان مؤمنین صادقین کو جب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا تو اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ انہیں ہدف ملامت یا تنقید کا نشانہ بنائے۔

امام رازی نے اس روایت کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ ان کو یہ روایت کہاں سے ملی ہے، نیز یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود حدیث کی متداول کتابوں میں نہیں ملی، البتہ تفسیر ایجاز البیان عن معانی القرآن کے مصنف امام نجم الدین محمود بن ابو الحسن نیشاپوری (وفات: 550ھ) نے اسے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[24]

یہ روایت امام رازی نے دو مرتبہ نقل کی ہے، لیکن دونوں جگہ اس میں تعارض بھی ہے کیونکہ ایک مرتبہ انہوں نے اس روایت کی نسبت سیدہ فاطمہؓ کی طرف کی ہے اور دوسری جگہ اس کی نسبت سیدنا عثمانؓ کی اہلیہ کی طرف کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث بظاہر دیگر روایات سے بھی متعارض ہے، جن میں حضرت عثمانؓ کی تعریف کی گئی ہے کیونکہ یہ سیدنا عثمانؓ کی شان کے خلاف ہے،

سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے درمیان باہمی محبت اور خلوص کا رشتہ تادمِ آخر قائم تھا اور سیدنا علیؓ سے سیدنا عثمانؓ کے بارے میں ایسے تبصرے کی توقع انتہائی بعید معلوم ہوتی ہے۔

2. ''مَنْ عَرَفَ سِرَّ اللّٰہِ فِي الْقَدَرِ هَانَتْ عَلَيْهِ الْمَصَائِبُ''[25]

اس روایت کو بھی امام رازی نے حدیث نبوی قرار دے کر چار جگہ (سورۃ آل عمران[26]، سورۃ الاعراف[27]، سورۃ مریم[28] اور سورۃ الحدید[29]) بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے، لیکن یہ روایت حدیث، سیر، تخریج کی متداول کتابوں میں ہمیں نہیں ملی۔ البتہ علامہ صابونی نے صفوۃ التفاسیر میں اسے بعض عارفین کی طرف منسوب کیا ہے، واللہ اعلم[30]

3. ''تَخَلَّقُوا بِأَخْلاقِ اللّٰہ''[31]

اس روایت کو بھی امام رازی نے حدیث نبوی قرار دے کر پانچ جگہ (سورۃ البقرۃ[32]، سورۃ آل عمران[33]، سورۃ النساء[34]، سورۃ التوبہ[35] اور سورۃ النور[36]) میں نقل کیا ہے۔ اس روایت کو علامہ ابن تیمیہؒ نے موضوع، غیر معروف اور حافظ ابن قیمؒ نے باطل کہا ہے۔[37]

4. ''أَوْلِيَاءُ اللّٰہِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يُنْقَلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ''[38]

''اللہ تعالیٰ کے دوست مرتے نہیں ہے بلکہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے''

اس روایت کو بھی امام رازی نے حدیث نبوی قرار دے کر سورہ آل عمران[39] میں بغیر کسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود کتب حدیث، تفسیر اور سیر میں نہیں ملی، البتہ علامہ سیوطیؒ نے شرح الصدور بأحوال الموتیٰ والقبور میں بحوالہ رسالۃ قشیریۃ اسے ابو سعید الخراز کا قول کہا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''أن الأحباء أحياء وإن ماتوا وإنّما ينقلون من دار إلى دار''[40]۔

5. ''لَوْ كَانَ لَكُمْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا حَبَسْتُ عَنْكُمْ مِنْهُ دِرْهَمًا أَتَحْسَبُونَ أَنِّي أَغُلُّكُمْ مَغْنَمَكُمْ''[41]

اس روایت کو بھی امام رازیؒ نے سورہ آل عمران، آیت: 161 کی تفسیر میں بلاسند نقل کیا ہے تلاش بسیار کے باوجود کسی کتب حدیث، تفسیر اور شروح حدیث میں نہیں ملی۔

6. ''لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ غَيْرِ الْمُغِلِّ ضَمَانٌ''[42]

اس روایت کو بھی امام رازیؒ نے سورہ آل عمران، آیت: 161 کی تفسیر میں بلاسند نقل کیا ہے یہ الفاظ کسی بھی معتبر تفسیر، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں صحیح مرفوع سند کے ساتھ نہیں مل سکی البتہ امام الدارقطنیؒ نے سنن الدارقطنی میں اس کو مرفوع سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ قاضی شریح کا قول ہے۔ امام ابن جریر نے تفسیر الطبری میں، ابن بطال نے شرح صحیح البخاری میں اور علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایۃ میں اسے مقطوعاً نقل کیا ہے۔[43]

مذکورہ بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تفسیر کبیر میں سند کے اعتبار سے بعض کمزور روایات بھی آئی ہیں، تاہم چونکہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن اور معتبر احادیث نبویہ سے جابجا استشہاد کیا ہے اس لئے چند کمزور روایات کی بنا پر اس تفسیر کی قدر و شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

حواشی وحوالہ جات :

1 صلیبی حملوں کا پہلا منظم دستہ قسطنطنیہ سے ۴۸۹ھ / ۱۰۹۶ء کو نکلا۔اسی سال عیسائیوں کے ٹھٹھ میدان جنگ میں پہنچے، مگر کوئی مہم سر نہ کر سکے۔ایک سال بھی ان کی مدد کے لیے یورپ کے چار نواب گاڈفری، ریمان، بالڈوین اور یونانڈ پہنچے۔ان حملوں کا آخری چوتھا حملہ ۶۰۱ھ / ۱۲۰۴ء کو ہوا۔[تاریخ ملت، مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی:۲/ ۳۲۴، مکتبہ خلیل، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردوبازار لاہور، طبع ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۲ء]

2 تاتار فتنے کا سربراہ چنگیز خان تھا۔تیرہ سال کی عمر میں اسے امیر مقرر کیا گیا۔(۶۰۳ھ کو اپنے قبیلے اور اپنے پڑوس کے تمام قبائل کا جرنیل مقرر ہوا۔۶۱۶ھ کو بخارا، ۶۱۷ھ کو سمرقند اور ۶۲۰ھ کو رے شہر فتح کیا۔[تاریخ الاسلام، دکتور حسن بن ابراہیم حسن:۴/ ۱۳۰- ۱۵۴، طبع و تاریخ نامعلوم]

3 اس سلطنت کے سلاطین سَلجوق (سین کے فتح کے ساتھ) کی طرف منسوب تھے۔عباسی دور میں ان کو ایک مطلق العنان حکومت حاصل تھی۔اس سلطنت کا مشہور بادشاہ "نظام الملک" تھا اور اس کا بانی "ملک شاہ" تھا۔اس کا دور حکومت(۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء-۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء) تھا۔اس سلطنت کا مشہور وزیر الف ارسلان تھا۔[تاریخ الاسلام:۴/ ۸۵]

4 ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری(۲۶۰ھ / ۸۷۴ء- ۳۲۴ھ / ۹۳۶ء) مشہور مجتہد اور متکلم تھے اور اشاعرہ مذہب کے امام تھے۔ابتداءً معتزلی تھے، لیکن بعد میں اعتزال سے توبہ کیا اور ان کی کھلم کھلا مخالفت شروع کی۔بغداد میں ان کی وفات ہوئی۔ان کی تصانیف میں مقالات الاسلامیین، الابانۃ عن اصول الدیانۃ، مقالات الملحدین اور الرد علی ابن الراوندی مشہور ہیں۔ [طبقات الشافعیۃ، ابن قاضی شہبۃ، ابوبکر بن أحمد:۱/ ۱۱۳، ترجمہ:۶۰، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء۔الأعلام:۲/ ۲۶۳]

5 أبو الفتح عمر بن ابراہیم الخیامی النیسابوری(المتوفی:۵۱۵ھ / ۱۱۲۱ء) فارسی الاصل تھے۔فلسفہ ریاضیات، فلکیات، لغت فقہ اور تاریخ کے ماہر تھے۔عربی میں اشعار بھی کہا کرتے تھے اس کے علاوہ ان کی عربی زبان میں بے شمار تصانیف تھیں جن میں شرح مایشکل من مصادر اقلیدس، مقالۃ فی الجبر والمقابلۃ، الخلق والتکلیف اور ان کے رسائل بہت زیادہ مشہور ہیں۔[الأعلام:۵/ ۳۸]

6 یہ خراسان کا ایک شہر ہے جو ماوراء النہر کے ترکی النسل خاندان کی طرف منسوب ہے۔انہوں نے اپنی سلطنت نہر گنج اور دریائے دجلہ کے کنارے بنا رکھی تھی۔اس کا بانی انوشتکین تھا اور اس سلطنت کا سقوط مغل جنگوں کی وجہ سے ہوا۔[تاریخ الاسلام:۴/ ۹۵]

7 یونانی عقلیت پسندی کے تحت پروان چڑھنے والا پہلا مکتبہ فکر تھا جس نے دینی معتقدات کی جانچ پڑتال کے لیے عقل کو معیار بنایا۔تمام معتقدات کے آزادانہ استفسار کے نتیجہ میں عقلی پیمانے پر پورا اترنے والے مروجہ عقائد میں تشکیک کو راہ دی۔اس کا ظہور اموی دور میں ہوا اور عروج و ترقی عباسی دور میں حاصل کی۔اس کا اولین بانی واصل بن عطا تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔مرتکب کبیرہ کے بارے میں آپ سے اختلاف کرکے آپ کی محفل سے جو بصرے میں منعقد ہوئی تھی اٹھ گیا اور اپنا الگ حلقہ درس قائم کر لیا۔اس کے خیال میں مرتکب گناہ کبیرہ صحیح معنوں میں نہ مؤمن ہے نہ کافر، بلکہ اس کا مقام[المنزلۃ بین المنزلتین] ایمان اور کفر کے درمیان ہے۔اُس کی اس طرح جدائی پر استاد نے کہا:"اعْتَزَلَ عَنَّا وَاصِلٌ" یہیں سے اس کے متبعین معتزلی مشہور ہوئے، مگر یہ خود اپنے آپ کو "اہل العدل والتوحید" کہا کرتا تھا۔[الملل والنحل، الشہرستانی، محمد بن عبدالکریم، الفصل الاول، المعتزلہ:۱/ ۴۳، مؤسسۃ الحلبی، طبع نامعلوم۔الفرق بین الفرق، البغدادی، عبدالقاہر:۱/ ۹۳، دارالآفاق، بیروت، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۷ء]

8 یہ مرجئہ کے بارہ(۱۲) فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو محمد بن کرام کی طرف منسوب ہے۔اس کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار اور تصدیق کا نام ہے، دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اس وجہ سے ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تمام منافقین پکے مؤمن تھے۔ان کے نزدیک کفر زبان سے اللہ تعالیٰ کے انکار کرنے کا نام ہے۔[مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، الاشعری، ابوالحسن علی بن اسماعیل:۱/ ۱۲۰، المکتبۃ العصریۃ، طبع ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء]

9 یہ وہ فرقہ ہے جو خالق کو مخلوق کے مشابہ مانتا ہے۔ ان میں سے جو غالی لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرح ایک جسم ہے۔ ان کے لیے اعضاء اور جوارح کو ثابت کرتے ہیں۔ ان میں جو معتدل فرقہ ہے اس کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء ہیں، لیکن کیفیت ہماری طرح نہیں ہے۔[الفرق بین الفرق:١/ ٢١٤]

10 یہ نیسابور کے قریب ایک شہر ہے۔ اس کے ساتھ تخفیف کی وجہ سے "زا" لایا گیا ہے کیونکہ یا کے ساتھ یائے نسبتی لانا بہت مشکل اور ثقیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے رہنے والے کو رازی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شہر جس سے تقریبا تیس(٣٠) مشہور علماء اور فقہاء نکلے۔[الأنساب، السمعانی، عبدالکریم بن محمد:٦/ ٣٣، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد طبع ١٣٨٢ھ / ١٩٦٢ء- معجم البلدان، الحموی، یاقوت بن عبد اللہ:٣/ ١١٦، دار صادر بیروت، طبع ١٤١٦ھ / ١٩٩٥ء]

11 اشاعرہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب ہیں جو ابو موسی الأشعری کی اولاد میں سے تھے۔ اس لیے جو لوگ مسائل اعتقادیہ میں امام ابوالحسن الأشعری کے پیروکار ہیں ان کو اشعری، اشعریہ اور اشاعرہ کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اشاعرہ اور اشعریہ کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ اشعریہ ماتریدیۃ اور اشاعرہ معتزلہ کے مقابلے میں آتا ہے۔[دستور العلماء/ جامع العلوم فی اصطلات الفنون، القاضی، عبدالنبی: دارالکتب العلمیۃ، لبنان، بیروت طبع ١٤٢١ھ / ٢٠٠٠ء- الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ، ابوالبقاء، ایوب بن موسیٰ:١/ ٢١٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع نامعلوم]

12 اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ صرف ایمان لے آنا کافی ہے، نیک عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ایمان لانے کے بعد کوئی معصیت نقصان دہ نہیں ہے اور اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس فرقہ کو مرجئہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو مؤخر کیا ہے۔[کتاب الایمان ومعالمہ وسننہ واستکمالہ ودرجاتہ، الہروی، ابوعبید القاسم بن سلام:١/ ٦٣ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، طبع ١٤٢١ھ / ٢٠٠٠ء]

13 یہ بھی ایک گمراہ فرقہ ہے لیکن اس کا حکم دوسرے فرق ضالہ کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ خواہش فرست فرقوں سے بوجوہ مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فرقہ دوسرے فرقوں کی طرح گمراہ نہیں بلکہ کافر ہے کیونکہ یہ ضروریات دین سے منکر ہے: نہ تو یہ معجزات اور فرشتوں کو مانتا ہے اور نہ ہی جنت و جہنم کا قائل ہے۔ بعض لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ یہ وہ فرقہ ہے جس کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عقل اول پھر عقل ثانی اور اس کے بعد عقل ثالث کو پیدا کیا جو تمام عالم کا انتظام چلاتا ہے۔[الرد علی الجہمیۃ والزنادقۃ، احمد بن محمد:١/ ٥٩، دارالثبات للنشر والتوزیع، طبع نامعلوم]

14 آپ اپنے زمانے کے مشہور واعظ، متکلم، صوفی، محدث اور ادیب تھے۔ سب سے پہلے علم فقہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی سے سیکھا اور اس کے بعد علم اصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم کلام کی تعلیم ابوالقاسم انصاری سے حاصل کی۔ آپ نے علم کلام میں "غایۃ المرام" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ایک جامع کتاب لکھی۔ جس کے بارے میں امام سبکیؒ فرماتے ہیں: "من أنفس کتب أھل السنۃ وأشدھا تحقیقاً" اس کے علاوہ فن اصول و وعظ میں بھی انہوں نے متعدد کتابیں لکھی۔ وہ عام طور پر خطیبِ رے کے لقب سے مشہور تھے اور اسی بناء پر امام صاحب ابن الخطیب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ ٥٥٩ھ کو فوت ہوئے۔[طبقات الشافعیۃ الکبری، السبکی، تاج الدین عبدالوہاب تقی الدین:٧/ ٢٤٢، ترجمہ:٧٩٤، ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع ١٤١٣ھ / ١٩٩٢ء]

15 سین کے کسرہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ دامغان اور قومس کے درمیان "نسا" شہر کے اطراف میں ایک مشہور شہر ہے۔ اس شہر نے بہت سے لوگوں کی آبیاری کی جن میں خلیل بن ہند، کمال سمنانی اور دیگر حضرات شامل ہیں۔[الانساب:٧/ ٢٣٩]

16 ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی(٤٥٠ھ / ١٠٥٠ء- ٥٠٥ھ / ١١١١ء) خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے نیسابور اور اس کے بعد بغداد اور حجاز اور اس کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔ بچپن میں فقہ احمد الرادکانی اور اس کے بعد جرجان میں أبو نصر الاسماعیلی کے پاس چلے گئے۔ اپنے زمانے میں بڑے مجتہد، فلسفی اور صوفی تھے۔ ان کی تقریبا دوسو تصانیف ہیں جن میں احیاء علوم الدین، تہافت الفلاسفہ، الوقف والابتداء زیادہ مشہور ہیں۔[تاریخ بغداد، الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی:٢١/ ٧/ ٢، ترجمہ:٢٩، دارالغرب الاسلامی، بیروت طبع ١٤٢٢ھ / ٢٠٠٢ء- الأعلام:٧/ ٢٢]

17 مجد الجیلی بڑے حکماء اور ماہر علماء میں سے تھے۔ محمد بن یحیٰ کے ہم عصر تھے۔[الوافی بالوفیات:٢/ ٣٦]

[18] اران اور قہستان کے درمیان سرسبز و شاداب پہاڑوں میں گرا ہوا ایک وسیع علاقہ ہے، جس کے چاروں طرف باغات اور نہریں بہتی ہیں، یہاں سلطنت سلجوقیہ کا دور دورہ تھا جس کا تخت سلطنت مراغہ تھا۔ اس کا نام باذر باذ بن ایران بن الاسود بن سام بن نوح علیہ السلام سے پڑ گیا ہے، سیدنا عمر بن الخطابؓ کے عہد حکومت میں سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ یہاں کے گورنر رہے۔ [مسالک الابصار فی ممالک الامصار، العمری، احمد بن یحیٰ ۵/ ۱۷۵، طبع ۱۴۲۳ھ /۲۰۰۳ء۔ معجم البلدان، الحموی، یاقوت بن عبد اللہ: ۱/ ۱۲۹، دار صادر بیروت، طبع ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء]

[19] مراغہ: میم اور غین کے فتحہ کے ساتھ ۳۷ درجہ طول بلد اور ۳۷ درجہ عرض بلد کے فاصلہ پر آذربائیجان کا مشہور شہر ہے، جسے عمر بن الخطابؓ کے دور حکومت میں فتح کیا گیا۔ [معجم البلدان: ۵/ ۹۳]

[20] وفیات الأعیان: ۴/ ۲۴۹۔

[21] احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر ابن خلکان (۶۰۸ھ / ۱۲۱۱ء - ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء) جید مؤرخ اور ادیب گزرے ہیں۔ عراق کے ایک شہر اربل میں پیدا ہوئے اور وہاں سے مصر منتقل ہوئے۔ وہاں ان کو نائب قاضی بنایا گیا۔ اس کے بعد شام چلے گئے اور دس سال تک قاضی رہے۔ ان کی تصانیف میں وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان زیادہ مشہور ہیں۔ [طبقات الشافعیۃ الکبری: ۸/ ۳۲، ترجمہ: ۱۰۵۶۔ الأعلام: ۱/ ۲۲۰]

[22] وفیات الأعیان: ۴/ ۲۴۹۔

[23] یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود تفسیر اور احادیث کی متداول کتابوں میں نہیں ملی۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ مزید دو مقامات پر آئے ہیں جن میں تعارض بھی ہے کیونکہ یہاں پر اس روایت کی نسبت فاطمہؓ کی طرف کی گئی ہے اور دوسری جگہ صفحہ ۱۶۵ پر اس کی نسبت عثمانؓ کی بیوی کی طرف کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث بظاہر نصوص سے بھی متعارض ہے، کیونکہ یہ عثمانؓ کی شان کے خلاف ہے جب آپ کی دوسری بیوی ام کلثومؓ وفات پا گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا [لو أن لنا ثالثۃ لزوجناک] "اگر ہماری تیسری بیٹی ہوتی تو ہم اس کا نکاح بھی آپ سے کرا دیتے"۔ [اسد الغابۃ: ۳/ ۵۷۸، رقم: ۳۵۸۹]

[24] ایجاز البیان عن معانی القرآن، النیسابوری، محمود بن ابی الحسن: ۱/ ۲۱۴، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع ۱۴۱۵ھ۔ / ۱۹۹۴ء۔

[25] تفسیر کبیر: ۹/ ۱۵، ۴۰۶/ ۷، ۴۳۷/ ۲۱، ۵۴۲/ ۲۹، ۴۶۸۔

[26] آیت: 157۔

[27] آیت: 201۔

[28] آیت: 23۔

[29] آیت: 23۔

[30] صفوۃ التفاسیر، الصابونی، محمد علی، دار الصابونی للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاہرہ طبع ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء۔

[31] تفسیر کبیر: ۷/ ۵۸، ۹/ ۴۰۸، ۱۱/ ۱۶، ۲۳۰/ ۷۸، ۲۳/ ۳۴۳۔

[32] آیت: 269۔

[33] آیت: 159 ۔

[34] آیت: 125۔

[35] آیت: 80 ۔

[36] آیت: 16 ۔

[37] **علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** وهذا اللفظ لا يعرف عن النبي صلى الله عليه وسلم في شيء من كتب الحديث ولا هو معروف عن أحد من أهل العلم بل هو من باب الموضوعات۔ بیان تلبیس الجہمیہ: ۶/ ۵۱۷-۵۱۸، مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین، ابن قیم، محمد بن ابی بکر: ۳/ ۲۲۶، دار الکتاب العربی، بیروت طبع ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء۔ علامہ البانی نے "لا اصل لہ" لکھا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: ۶/ ۳۴۶۔

[38] تفسیر کبیر: ۹/ ۴۲۷۔

[39] آیت: 169 ۔

[40] الرسالۃ القشیریہ، القشیری، عبد الکریم بن ھوازن: ص: ۳۶۱ دار الکتب العلمیۃ، بیروت طبع نامعلوم، لبنان، شرح الصدور بشرح احوال الموتی والقبور، السیوطی، ص ۱۸۵، روایت ۹۱۱، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ طبع نامعلوم۔

[41] تفسیر کبیر: ۹/ ۴۱۲۔

[42] تفسیر کبیر: ۹/ ۴۱۱۔

[43] سنن الدار قطنی، الدار قطنی، علی بن عمر: ۳/ ۴۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت - لبنان، طبع ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۴ء۔ تفسیر الطبری: ۷/ ۳۵۲، شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب العاریۃ، باب الاستعارۃ للعروس عند البناء: ۷/ ۱۴۶ - نصب الرایۃ، کتاب الودیعۃ: ۴/ ۱۱۵۔